اقبالؒ کا نظریۂ اجتہاد اور عصری تقاضے

ماہرین اقبال اور اہل علم کی نظر میں

ڈاکٹر محمد خالد مسعود

چیئرمین، اسلامی نظریاتی کونسل

1922ء میں جب سلطنت عثمانیہ روبہ زوال تھی اور دنیائے اسلام خونیں انقلاب سے گزر رہی تھی، اقبال نے اپنی نظم ''خضرِ راہ'' میں مسلمانوں کو یقین دلایا کہ اسلام نے حریت عام کا جو خواب دیکھا تھا، اب اس کی تعبیر دیکھنے کا وقت آ گیا ہے۔ 1923ء میں اتاترک نے اتحادیوں کو شکست دے کر سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کا اعلان کیا تو اقبال نے اسے ''طلوع اسلام'' قرار دیا اور اپنی نظم ''طلوع اسلام'' میں افق سے آفتاب تازہ کے ابھرنے کی امید کا مژدہ سنایا۔ 1924ء میں اتاترک نے خلافت کے خاتمے کا اعلان کیا تو مسلمانوں پر ہر طرف افسردگی کے بادل چھا گئے۔ برصغیر سراپا احتجاج بن گیا تاہم علامہ نے اسے خوش آمدید کہتے ہوئے اسے دور جدید کا اجتہاد قرار دیا کہ اب خلافت ایک فرد کی بجائے امت میں ودیعت ہوگئی ہے اور ملوکیت کی چھاپ دور ہوگئی ہے۔

1924ء میں لاہور میں علامہ اقبال نے اجتہاد پر لیکچر دیا اور تاریخ فقہ اسلامی کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا کہ قرآن اور سنت اسلامی قانون کے بنیادی مآخذ ہیں۔ ان کے علاوہ اسلامی قانون کے نشوونما میں قیاس اور اجماع سے بھی کام لیا گیا ہے۔ قیاس وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے قرآن وسنت کے احکام سے نئے قوانین مرتب کئے جا سکتے ہیں اور اجماع کے ذریعے ان قوانین پر اتفاق رائے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اقبال نے اجتہاد کے تصور کو قیاس سے الگ کرتے ہوئے لکھا کہ قیاس اگر میکانکی طریقے پر مبنی ہو تو وہ جمود پیدا کرتا ہے اور بقول اقبال زندگی آگے بڑھ جاتی ہے اور قانون پیچھے کھڑا رہ جاتا ہے۔ اقبال نے اجتہاد کے اصول کو اجماع سے وابستہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا تاکہ اجتہاد ایک باقاعدہ ادارے کی شکل اختیار کر سکے۔ اجتہاد محض انفرادی فتاویٰ تک محدود نہ رہے بلکہ باقاعدہ قانون سازی کا ادارہ بن جائے۔

علامہ کے نزدیک سنی مسلمانوں میں تقلید کے رواج نے بہت سی غلط فہمیوں کو جنم دیا تھا، جن میں سے ایک یہ تھی کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اب مسلمانوں کے لئے لازمی ہے کہ حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی کسی فقہی مذہب کی پابندی کریں۔ اقبال نے اس کی تردید کرتے ہوئے بتایا کہ قرآن کریم کی یہ تعلیم کہ زندگی ترقی پسندانہ تخلیق کا عمل ہے، اس بات کی متقاضی ہے کہ ہر نسل کو اپنے مسائل کو خود حل کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس ضمن میں وہ سلف کے کارہائے نمایاں سے رہنمائی ضرور حاصل کرے لیکن ان کی پابند نہ ہو۔ علامہ اقبال کا کہنا تھا کہ ماضی سے بے جا عقیدت اور اس کے مصنوعی احیا سے مسلمانوں کے انحطاط کا علاج نہیں ہوسکتا۔ اس ہر لحہ بدلتی دنیا میں اگر کوئی اصول پاؤں جمانے کی جگہ دے سکتا ہے تو وہ اجتہاد کا اصول ہے۔ آج امت مسلمہ کی غالب اکثریت اجتہاد کی ضرورت کی قائل ہو چکی ہے۔ بہت سے اجتہاد کے ادارے وجود میں آ چکے ہیں۔ دنیائے جدید کے تناظر میں فقہ اسلامی کو کئی نئی جہتیں ملی ہیں۔ مثلاً سعودی عرب میں مجمع الفقہ الاسلامی اور او آئی سی کی فقہ کمیٹی، مراکو میں مجلس علمی، ایران میں شوریٰ نگہبان، مصر میں مجلس شئون اسلامیہ جیسے ادارے کام کر رہے ہیں۔ اسمبلیاں یا شوریٰ کی مجالس ہیں، جن میں مسلم ممالک میں عوام کے نمائندے، ماہرین فقہ کے ساتھ مل کر قانون سازی کرتے ہیں۔ اجتماعی اجتہاد کی اس شکل پر اکثر تنقید ہوتی رہتی ہے تاہم اس صورت کی اہمیت اس لئے کم نہیں کہ اس میں مختلف ماہرین کو اپنی بات کہنے اور اجتہاد اور اجماع کے عمل میں شامل ہونے کا موقع ملتا ہے۔

آج کے دور میں ایک طرف تو جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی وجہ سے روز نئی ایجادات سامنے آتی جا رہی ہیں، جن کے شرعی یا غیر شرعی ہونے کا فیصلہ ضروری ہے۔ دوسرے سیاسی، سماجی اور اقتصادی ڈھانچوں میں بنیادی تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ قانون، طرز حکومت اور بین الاقوامی قانون بدل رہے ہیں۔ اب تک قاضی اور مفتی اپنے علم اور صوابدید کی بنا پر شرعی امور میں فیصلے کرتے تھے۔ آج کا قانونی اور عدالتی نظام قانون کے ضابطوں کا متقاضی ہے تاکہ جج کی صوابدید کا دائرہ محدود ہو جائے۔ جرم وسزا کے تصور اور ضابطے بھی بدل گئے ہیں۔ مسلم ممالک بین الاقوامی رشتوں میں دوسرے ممالک سے بندھے ہیں۔ مختلف معاہدوں پر دستخط کر چکے ہیں جن پر بین الاقوامی قانون کے مطابق عمل ہوتا ہے۔ ان حالات میں اجتہاد کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے خطبہ اجتہاد میں خلافت وحکومت بلکہ خواتین کے حقوق اور حدود کے قوانین کے بارے میں اور عصری تقاضوں کی روشنی میں اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

آج کا اجتہاد اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ قیاس کے بجائے مقاصد شریعت

کے اصول کو اپنایا جائے۔ فقہی سرمایہ بیش قیمت مواد فراہم ضرور کرتا ہے لیکن قرآن و سنت کی طرف رجوع لازمی ہے اور وہ بھی جزوی طور پر نہیں کلی طور پر۔ ایک حدیث یا ایک آیت سے نہیں بلکہ کسی بھی موضوع پر تمام آیات اور تمام احادیث سے ان کے شانِ نزول اور تاریخی سیاق کو سامنے رکھ کر استدلال کی ضرورت ہے۔ رؤیت ہلال کے مسئلہ کو ہی لے لیجئے، اب یہ احساس بڑھ گیا ہے کہ اسلام کی مجموعی تعلیمات اور مقاصد شریعت کی روشنی میں اجتہاد کی ضرورت ہے تاکہ عیدین اور رمضان کی تاریخوں کے تعین میں اختلاف کو ختم کر کے اسلامی کیلنڈر کو رواج دیا جاسکے۔ آج تک ہر اسلامی ملک اپنی حدود میں اسلامی قانون سازی کرتا تھا۔ اب جدید دور اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسلامی قانون سازی میں اسلامی ممالک آپس میں تعاون کریں تاکہ بین الاقوامی اسلامی قانون کا احیاء ہوسکے۔

پروفیسر فتح محمد ملک

نقاد، صدر نشین مقتدرہ قومی زبان

علامہ اقبال نے اجتہاد کو اسلامی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اصول حرکت سے تعبیر کیا ہے۔ ان کے نزدیک ہر آن بدلتی ہوئی زندگی میں رونما ہونے والی نت نئی تبدیلیوں کے پیش نظر مسلمانوں کی ہر نئی نسل پر لازم ہے کہ وہ اسلام کے ابدی اور آفاقی اصولوں پر قائم رہتے ہوئے مسلمان معاشرے کو درپیش نت نئے چیلنجز سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ان ابدی اور آفاقی اصول واقدار کی از سرِ نو تفسیر و تعبیر کا فرض سرانجام دیتی رہے۔ اقبال کے نزدیک خود آنحضورؐ نے نئی صورتحال میں اجتہاد کا راستہ اپنانے کا درس دیا تھا۔ اجتہاد کا جو دروازہ میرے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ نے بذات خود کھولا تھا، اسے بند کرنے کی جرأت کون کرسکتا ہے؟ پس مسلمان معاشروں میں اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا چاہیے مگر اجتہاد کرنے والوں کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مانند لالچ اور خوف سے کاملاً آزاد ہونا چاہیے۔ سیاسی اقتدار کے ایوانوں سے دور رہنا چاہیے اور ساتھ ہی ساتھ اقبال کی مثنوی ''رموز بے خودی'' کے باب بعنوان ''درمعنی ایں کہ درزمانہ انحطاط، تقلید از اجتہاد اولی است'' کا بغور مطالعہ کر لینا چاہیے۔

اجتہاد اندر زمان انحطاط
قوم را برہم ہمی پیچد بساط
زاجتہاد عالمان کم نظر
اقتداء بر رفتگاں محفوظ تر

ہمارا زمانہ مسلمانوں کے فکری انحطاط کا زمانہ ہے۔ آج ہمارے ہاں اجتہاد کے دعویدار چند دانشور امریکہ اور یورپ کی نئی استعماری حکمت عملی کو مشرف بہ اسلام کرنے میں کوشاں ہیں۔ اس لئے ہم پر لازم ہے کہ اقبال کے خطبات میں اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کو مثنوی ''رموز بے خودی'' کے مذکورہ بالا مطالب کی روشنی میں سمجھیں اور اگر رموز بے خودی کو پڑھنے کی فرصت نہ ہو تو پھر اقبال کے درج ذیل اردو اشعار پر غور فرمالیں:

شاعر بھی ہیں پیدا علماء حکماء بھی
خالی نہیں قوموں کی غلامی کا زمانہ
مقصد ہے ان اللہ کے بندوں کا فقط ایک
ہر ایک ہے گو شرح معنی میں یگانہ
بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رم آہو
باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ
کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند
تاویل مسائل کو بناتے ہیں بہانہ

ہر زمانے میں اجتہاد لازم ہے مگر یہ اجتہاد مسلمان معاشرے کی باطنی روحانی ضروریات کے پیش نظر ہونا چاہیے نہ کہ مسلمانوں کو مغرب کے نئے سامراج کی غلامی پر رضامند کرنے کے لئے۔

ڈاکٹر اسرار احمد

عالمِ دین، سابق امیر تنظیمِ اسلامی

اب اگر دنیا میں کہیں اسلامی ریاست وجود میں آئی تو بہت سارے معاملات، خصوصاً معاشی اور سیاسی معاملات میں نئے سرے سے اجتہاد کی ضرورت پیش آئے گی۔ دورِ نبوت میں نبی ﷺ کو ہی اجتہاد کرنے اور اسے نافذ کرنے کا اختیار تھا اور یہی کیفیت بالعموم خلافت راشدہ میں جاری رہی، سوائے ایک مسئلہ کے یعنی سواد عراق کی اراضی کا معاملہ، جس میں حضرت عمرؓ نے دس صحابہؓ پانچ قبیلہ خزرج اور پانچ قبیلہ اوس سے، پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جس نے حضرت عمرؓ کے اجتہاد کی تائید اور توثیق کی۔ بعد میں جب بادشاہت کا دور آیا تو اجتہاد کا حق علماء کو حاصل ہو گیا، جب کہ اسے نافذ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار حاکم وقت یا خلیفہ وقت کے پاس تھا۔ آج کے دور میں قوت نافذہ چونکہ پارلیمنٹ کے پاس ہے، اس لئے پارلیمنٹ ہی اسے منظور اور نافذ کرے گی۔ علامہ اقبال نے جو بات اپنے خطبات میں کہی تھی کہ اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ ہوگا، اس سے میرے نزدیک ان کی یہی مراد تھی ورنہ اجتہاد تو ظاہر ہے وہی لوگ کریں گے جنہیں دینی علوم میں مہارت حاصل ہوگی۔ البتہ اس کے ساتھ ہر شہری کو حق حاصل ہوگا کہ اگر وہ سمجھتا ہے کہ پارلیمنٹ نے کوئی قانون خلاف شریعت منظور کیا ہے، تو وہ اس کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کرسکے لیکن یہ باتیں صرف اسی صورت میں مؤثر اور قابل عمل ہوسکتی ہیں، جب کہ ملک میں حقیقی اسلامی نظام قائم ہو اور کرپشن اور استحصال کا خاتمہ ہو چکا ہو۔ جن میں سرفہرست سودی نظام اور غیر حاضر زمینداری ہیں، ورنہ نہ اجتہاد مفید ہوگا اور نہ وقت کے تقاضے پورے ہوں گے۔ اس سلسلے میں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اجتہاد صرف ان امور میں ہوگا جن کے ضمن میں قرآن اور حدیث میں کوئی واضح حکم نہ ملتا ہو اور جن امور میں اجتہاد ہوگا یعنی نئے پیدا ہونے والے مسائل میں، ان میں ظاہر ہے قرآن و سنت کی مجموعی روح اور تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی

دانشور، ادیب

دینِ اسلام کے تعلق سے اجتہاد کا مسئلہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے، جس پر بار بار غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اجتہاد کے معنی ٹھیک راستہ تلاش کرنا ہے اور کسی بھی مسئلے پر شرعی حکم دریافت کرنے کی کوشش کا نام ہے۔

علامہ اقبال کے تصورِ اجتہاد میں یہ خیال بھی شامل ہے کہ مذہب اسلام دینِ کامل ہے اور نبی ﷺ کے بعد اب کوئی نبی، خواہ وہ تشریعی ہو یا ظلی ہو، نہیں آئے گا۔ ایسا مذہب، جو دینِ کامل ہو، صرف کسی ایک زمانے، ایک قوم، ایک ملک کے لئے نہیں، بلکہ سب کے لئے روزِ قیامت تک کے لئے آتا ہے۔ اس لئے ایسے دین کے بنیادی اصول عالمگیر اور ابدی ہوں گے۔ ان میں کسی قسم کی تبدیلی کسی دور میں ممکن نہیں ہوگی۔ ایسے اصول جن کی خصوصیت یہ ہو، ان میں ایک خصوصیت کا پایا جانا ضروری ہے۔ ان اصولوں اور قدروں میں ماضی، حال اور مستقبل کے سارے تجربات اور تجربات کی اتنی تہیں اور ہر قسم کی صداقتوں کے سارے رُخوں کا ایسا ارتکاز، ایسی اکائیت موجود ہوگی کہ زمانہ کسی طرف بھی چلا جائے، ان ابدی اصولوں میں نئے معنی اسی طرح نظر آئیں گے کہ ہر دور کا انسان ان میں صداقت کی نئی خوشبو محسوس کر سکے گا۔ یہ اصول ایسے ہوں گے، جو بظاہر ہر دور میں اور ہر منزل پر تغیر پذیر انسانیت کا ساتھ دے سکیں گے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہر آنے والے دور کے صاحبانِ بصیرت ان اصولوں کو اپنے زمانے کے ماحول اور گردو پیش کے حوالے سے دیکھیں گے۔ نہ صرف دیکھیں گے، بلکہ صداقت کے نئے رخوں کو ضرورتِ زمانہ کے مطابق سامنے بھی لائیں گے۔ جب زمانہ اور طرف مڑے گا تو ابدی اصولوں میں نئے نئے معنی نظر آنے لگیں گے اور اس طرح زمانے کے ساتھ ساتھ ان میں صداقت کے ایک یا ایک سے زیادہ رخوں کا اضافہ ہوتا رہے گا۔ اسی کا نام اجتہاد ہے۔

جب اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے، تو معاشرے کی تہذیبی اکائی ثنویت و تضاد کا شکار ہو کر بکھرنے لگتی ہے اور معاشرے میں بند پانی کی طرح فساد کی بو آنے لگتی ہے۔ دنیائے اسلام میں، اس میں یقیناً پاکستان بھی شامل ہے، مذہب کی ہر سطح پر یہ کام بند ہو جانے کی وجہ سے جمود و تعطل پیدا ہو گیا ہے، اس کا خمیازہ اختلافات کی شکل میں ہم سب اپنی اپنی جگہ بھگت رہے ہیں، صرف اپنے اسلاف کے عظیم الشان کارناموں پر فخر کرنے سے زندگی کی رفتارِ ترقی کو تسلسل نہیں بخشا جاسکتا، اسی لئے اقبال کے الفاظ میں:

> ''قرآن پاک کا یہ ارشاد کہ زندگی ایک مسلسل تخلیقی عمل ہے، بجائے خود اس امر کا متقاضی ہے کہ مسلمانوں کی ہر نسل اسلاف کی رہنمائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مسائل حل کرے، یہ نہیں کہ اسے اپنے لئے ایک روک تصور کرے۔''

اقبال کے تصورِ اجتہاد میں زندگی کے تخلیقی عمل کا یہ عنصر بھی شامل ہے اجتہاد پر یوں سرسری بات نہیں کی جاسکتی۔ یہ بڑا اہم موضوع ہے، جس پر صاحبانِ علم کو قرآن اور حدیث کے حوالوں سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا

محقق، نقاد

عالم اسلام خصوصاً برصغیر میں عام طور پر علمائے دین یہ سمجھتے تھے اور اکثریت آج بھی یہی سمجھتی ہے کہ اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے ان کا خیال ہے کہ فقہ کے چاروں مسالک کے آئمہ نے قیامت تک کے لئے قوانین بنا دیئے ہیں اور اب ان میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں تاہم متعدد علمائے کرام کا خیال ہے اور ان کی تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے کہ تیزی سے تبدیل ہوتی ہوئی دنیا میں اگر اسلام کو ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے باقی رہنا ہے، تو نئے مسائل پیدا ہونے کی وجہ سے اجتہاد کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تفصیلات میں بے شک وسیع اختلافات پائے جاتے ہیں لیکن اصولی طور پر اجتہاد کی ضرورت کو تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں بعض نمایاں افراد نے اجتہاد کیا ہے اور اس کی اہمیت پر بھی اظہار رائے کیا ہے۔ برصغیر میں شاہ ولی اللہ نے واضح طور پر اس کی وکالت کی بعد ازاں سرسید احمد خان نے اجتہاد پر بہت زور دیا۔

اقبال جس گھرانے میں پیدا ہوئے وہ تقلید کا قائل تھا وہ خود بھی کچھ عرصہ اسی مسلک پر عامل رہے، لیکن رفتہ رفتہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اسلام ایک جامد و ساکت مذہب نہیں ہے اس کا اصل جوہر حرکت اور جستجو کے ذریعے اس دنیا اور آنے والی دنیا کی زندگیوں میں فلاح پانا شر کی قوتوں پر غلبہ حاصل کرنا اور خیر کی قوتوں کو بروئے کار لانا ہے ان مقاصد کے حصول کی خاطر اصل ضرورت یہ ہے کہ الفاظ کے پیچوں میں الجھنے کی بجائے اسلامی قوانین کی سپرٹ کو پیش نظر رکھا جائے:

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

ماہر اقبال، دانشور، لاہور

یوں تو علامہ اقبال نے اپنے بعض اشعار اخباری بیانات اور مکاتب میں بھی اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا ہے مگر تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے چھٹے خطبے بعنوان اسلام کے تشکیلی ڈھانچے میں اصول حرکت کے زیرعنوان اس موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے، اس کی تیاری کے لئے انہوں نے وسیع مطالعہ کرنے کے علاوہ اپنے دور کے جید علمائے کرام کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعے بھی مطلوبہ معلومات حاصل کیں مگر بالآخر جن نتائج پر پہنچے وہ ان کی اپنی سوچ بچار کا نتیجہ تھے۔ اس دور میں بہت سی مسلمان عورتیں اپنے خاوندوں کے ظلم و ستم کا شکار ہونے کے باوجود مروجہ

اسلامی فقہ کی رو سے طلاق حاصل نہیں کر سکتی تھیں چنانچہ چند ایک خواتین اس سے نجات پانے کے لئے مرتد ہوگئیں۔ اقبال نے عورتوں کو حق دلوانے کے لئے بڑی جدوجہد کی اور بالآخران کی وفات کے ایک سال بعد اسمبلی نے قانون بنا کر انہیں یہ حق دے دیا۔ اقبال نے ڈاکٹر تاثیر کا نکاح پڑھایا اور نکاح کی شرائط میں یہ شق شامل کی کہ ان کی بیوی کو طلاق لینے کا حق حاصل ہوگا۔ پاکستان میں اب نکاح نامے میں اس شرط کو شامل کر لیا گیا ہے، اگر چہ اب بھی اس پر عمل کم ہوتا ہے۔ اقبال نے اجتہاد کے لئے یہ بھی تجویز پیش کی کہ اسلامی فقہ میں اجماع کے ذریعے قانون سازی کا حق اسمبلیوں کو دیا جائے۔ اس کی تفصیلات کے بارے میں اہل رائے میں اختلافات پائے جاتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں نئے ابھرنے والے مسائل کو حل کرنے کے لئے کوئی طریق کار وضع کیا جائے۔ اب بعض علمائے کرام اقبال کے تصور اجتہاد کے بعض پہلوؤں سے اتفاق کرنے لگے ہیں مگر ابھی تک عہد حاضر کے مسلمانوں کے بعض بڑے اہم مسائل حل طلب ہیں، جن کے لئے اجتہاد کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مثلاً بنکوں کے سود کا مسئلہ ہے، اسے ربوٰ قرار دیا جانا چاہیے یا نہیں کیونکہ تیزی سے بڑھتی ہوئی افراط زر کی وجہ سے بنکوں میں جمع کرائی ہوئی رقم کی قوت خرید کم ہوتی جاتی ہے اور منافع کی شکل میں بنک کھاتہ دار کو محض اس کی گھٹتی ہوئی رقم کا تھوڑا سا زر تلافی دیتے ہیں اسی طرح انشورنس کے جائز ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ ہے اور بے شمار دیگر مسائل بھی ہیں جن پر اجتہاد کی شدید ضرورت ہے کیا آج اسلامی دنیا کو ایک اور اقبال درکار ہے؟ جی ہاں، یقیناً۔

یوں تو علامہ اقبالؒ نے شاعری میں بھی کئی جگہ تقلید اور اجتہاد کا ذکر کیا ہے مگر ان کے تصور اجتہاد پر گفتگو کے سلسلے میں، ان کے انگریزی خطبات کا چھٹا خطبہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے جو ''الاجتہاد فی الاسلام'' کے نام سے معروف ہے۔ اس موضوع پر بحث و گفتگو کے لئے زیادہ تر اسی خطبے کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔

اقبال نے اجتہاد کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ اس سوال کا جواب اپنی ملت کی پستی اور زبوں حالی پر ان کے ہاں ایک فکر مندی اور اضطراب میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ احوالِ ملت میں تبدیلی و تغیر اور امت کو سربلندی اور عروج کی طرف لے جانے کے لئے انہوں نے جو کچھ سوچا، جن خیالات کا اظہار کیا اور جن تدابیر کی نشاندہی کی، ان میں علمی و فکری سطح پر اجتہاد کا مسئلہ یا موضوع اہم تر ہے...... ''اجتہاد'' ہے کیا؟ ایک مفکر کے بقول ''اصطلاحاً اس سے مراد ہے، یہ معلوم کرنے کی انتہائی کوشش کہ مسئلہ زیر بحث میں اسلام کا حکم یا منشاء کیا ہے'' علامہ کے نزدیک اجتہاد کو روبہ عمل لا کر ہی فکری انحطاط اور ذہنی جمود سے نجات ممکن ہے...... اقبال کے نزدیک جمود، موت کی اور تحریک زندگی کی علامت ہے...... وہ اپنے متذکرہ خطبے میں یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے دنیائے قدیم کا یہ نظریہ تسلیم نہیں کیا کہ کائنات ایک ساکن اور جامد وجود ہے...... اس کے برعکس وہ اسے متحرک قرار دیتا ہے۔ حرکت، تحرک اور جہدِ مسلسل کو اقبال کی شخصیت اور ان کی افتادِ طبع سے ایک فطری مناسبت ہے، چنانچہ جب وہ اجتہاد کی بات کرتے ہیں یا اجتہاد کی ضرورت پر زور دیتے ہیں تو وہ دراصل فرد اور امت کے اندر تبدیلی، تغیر اور انقلاب کی بات کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید زندگی کو متحرک اور متغیر قرار دیتا ہے (تشکیل جدید، ص ۲۲۹)...... دراصل اقبال کے ہاں اجتہاد کا تصور ایک لحاظ سے رائج الوقت خانقاہی تصوف کا ردعمل بھی تھا، انہوں نے خصوصاً فقہی جمود کے خلاف آواز اٹھائی۔

اقبال کے ہاں اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کو ہمارے جدیدیت پرست طبقے نے خصوصیت سے بڑے شدومد سے پیش کیا ہے۔ یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے لیکن خرابی وہاں پیدا ہوتی ہے، جب جدیدیت پرست اقبال کا نام لے کر، اس کے منہ میں اپنی زبان رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ اجتہاد کے معنی اپنی آزادانہ رائے قائم کرنا نہیں ہے۔ علامہ اقبال اجتہاد کو چند شرائط سے مشروط کرتے ہیں مثلاً اسی چھٹے خطبے میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ توحید کے اصول کو ہماری عقلی اور جذباتی زندگی میں ایک زندہ عنصر کی حیثیت ملنی چاہیے...... یہ وہی بات ہے کہ:

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتانِ آزری

گویا اقبال کے تصور اجتہاد کو اولین نکتہ توحید اور اس کے نتیجے میں فقط اللہ کی حاکمیت کا اقرار ہے (نہ کہ کسی بادشاہ، طبقے، قوم یا عوام کی حاکمیت) اس لحاظ سے قانون سازی کا سرچشمہ بھی ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کو نظر انداز کر کے کسی طرح کا اجتہاد نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں بھی تجدید، تبدیلی یا جدت کی ضرورت ہوگی وہاں قرآن سے راہنمائی لینی ہوگی:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا، جدتِ کردار

تیسری چیز نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ اجتہاد کی ہر ضرورت اور مرحلے پر قرآن کے بعد حدیثِ نبویؐ سے رجوع کیا جائے گا۔ ''محمدؐ سے وفا'' اور ''بمصطفیٰ برساں خویش را'' کا تقاضا پورا کئے بغیر جو اجتہاد کیا جائے گا اقبالؒ کے نزدیک وہ ''بولہبی'' اور نتیجتاً گمراہی بن جائے گا۔

پروفیسر سحر انصاری

دانشور، ادیب، شاعر

علامہ اقبال کی دانشورانہ جہات اتنی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر دفتر کے دفتر تیار کئے جا سکتے ہیں، ان میں سے ایک ان کی اسلامی فکر بھی ہے انہوں نے ایک مفکر اسلام کی حیثیت سے اپنی شاعری میں ملت اسلامیہ کو جگانے اور باعمل بنانے میں غیر معمولی شاعرانہ قوت کا اظہار کیا لیکن فکری سطح پر ان کے وہ خطبات بہت اہمیت رکھتے ہیں، جو اسلامی فکر کی تشکیل جدید کے نام سے معروف ہیں، یہ خطبات انگریزی زبان میں تھے اور اس کے اثرات پورے عالمی تناظر میں محسوس کئے گئے، انہی خطبات میں ایک خطبہ اجتہاد کے بارے میں بھی ہے۔ اجتہاد کا تصور مسلمانوں کے مختلف فرقوں

میں مختلف نوعیت کا رہا ہے لیکن اقبال نے اسے اصولوں کی بنیاد پر پرکھا، فروعی مباحث سے گریز کیا۔ اجتہاد کے بارے میں علامہ اقبال نے جو یہ مصرع کہا تھا

ع تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند

تو اس سے مراد یہ تھی کہ حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ کے بعد برصغیر میں مسلمانوں نے اجتہاد کا دروازہ کشادہ نہیں کیا اس طرح علامہ اقبال نے جدید دور کے سائنسی اور عملی تقاضوں کو ذہن میں رکھ کر اجتہاد کا ایک نیا تصور دیا، جو ملائیت سے بالکل مختلف ہے اور اس سے ہم اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی کے لئے کچھ ایسے اجتہادی اقدام کر سکتے ہیں کہ ہم پر قدامت اور فرسودگی کا الزام بھی نہ آئے اور روشن خیالی اور خردافروزی کی جو روایت اسلامی مفکرین کے ہاں پائی جاتی ہے، اسے از سرِ نو تازہ کریں اور بہتر مستقبل کی طرف قدم بڑھائیں یہی اقبال کا نظریہ اجتہاد تھا۔

پروفیسر اسلم انصاری

دانشور، ادیب

علامہ اقبالؒ عصر حاضر کے ان مسلمان مفکرین میں سے ہیں، جنہوں نے اسلامی فکر اور تہذیب و اجتماع کے بنیادی مسائل پر بہت واضح الفاظ میں اظہار رائے کیا۔ ان کا نظریۂ اجتہاد ان کی دوسری تحریروں کے علاوہ ''تشکیل جدید الہیاتِ اسلامیہ'' کے چھٹے خطبے میں بیان ہوا ہے۔ اگرچہ اس خطبے کا ترجمہ کرتے ہوئے اسے ''الاجتہاد فی الاسلام'' کا عنوان دیا گیا ہے لیکن انگریزی خطبے کا عنوان تھا ''اسلام میں اصولِ حرکت'' The Principle of Movement in Islam۔ اس خطبے کی اساس دو تین بنیادی تصورات پر ہے۔ اولاً یہ کہ علامہ اقبالؒ کی رائے میں اسلام و قرآن کے نزدیک کائنات ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے اور جس معاشرے کو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے اس کی بنیاد نظریہ توحید پر ہے۔ اس نظریہ کی رو سے خدا حی القیوم ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس تصور کے ذریعے ایک نئی قوم وجود میں آئی، جو رنگ و نسل کی تفریق سے ماورا تھی۔ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اسلامی قوانین کے سرچشمے چار ہیں۔ قرآن کریم، سنت نبویؐ، اجماع اور قیاس۔ یہ روایتی تصور ہے، جسے اقبالؒ نے تسلیم کیا ہے لیکن اس بات پر انہیں سخت حیرت ہے کہ جس اصول کی بناء پر اجتہاد کو جائز بلکہ ضروری قرار دیا گیا تھا، اسی کو وجہ بناتے ہوئے اجتہاد کے دروازے بند کر دیئے گئے اور کئی صدیوں سے بند ہیں۔ اقبالؒ کے نظریۂ اجتہاد کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی طرف سب سے پہلے اشارہ کرنا چاہیے، یہ ہے کہ اقبالؒ کے نزدیک ایک نشوونما پاتے ہوئے ارتقاء پذیر مسلم معاشرے میں اجتہاد ناگزیر ہے، اس کو وہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ کوئی بھی تہذیب یا معاشرہ جو تاریخ انسانی میں تادیر کوئی کردار ادا کرنا چاہتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس میں دو اصول بیک وقت کارفرما ہوں۔ ایک ثبات و دوام کا اصول اور دوسرا تغیر و تبدل کا اصول۔ اقبالؒ کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ قرآن و سنت کی صورت میں اسلامی معاشرے کو ہمیشہ رہنے والے قوانین عطا کر دیئے گئے ہیں لیکن ان کا اطلاق اور تشریح اجتہادی بصیرت کے بغیر ممکن نہیں۔ اقبالؒ موجودہ اسلامی تمدن کو فقہی اعتبار سے جمود کا شکار قرار دیتے ہیں اور اجتہاد کی ضرورت پر زور دیتے ہیں اگرچہ انہوں نے بالواسطہ طور پر اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ اصلاح و اجتہاد کے علمبرداروں کو چاہیے کہ وہ قانون سازی میں حد سے نہ گزریں۔ اقبالؒ کے ان افکار کی روشنی میں جو نتائج حاصل ہوتے ہیں، ان کی رو سے ایک ترقی پذیر اسلامی معاشرہ کو اجتہادی بصیرتوں کی ہر موڑ پر ضرورت رہتی ہے۔ میری ناچیز رائے میں اقبالؒ نے اسلامی تمدن کے جن دو بنیادی اصولوں کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی ثبات و دوام اور اصول تغیر و تبدل ان کا اطلاق قرآن و سنت اور اجماع و قیاس پر بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ یعنی دوامی اصول کا سرچشمہ قرآن و سنت ہے اور تعبیر اور قانون سازی کا اصول اجماع و قیاس کی صورت میں بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ عصرِ حاضر میں انسانی معاشرت جن تہذیبی اور سیاسی مسائل کا شکار ہے، اس کو دیکھتے ہوئے اجتہاد کی ضرورت کا احساس اور بھی شدید ہو جاتا ہے لیکن اقبالؒ کا مطمحِ نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول و قوانین سے انحراف نہ کیا جائے۔ لیکن ان کو نافذ کرتے ہوئے اجتہادی بصیرت سے کام لیا جائے اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی رائے کا ایک حوالہ دیا ہے، جس میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اجتہادی فیصلے کرتے ہوئے خارجی حقیقتوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اقبالؒ کی عمومی رائے یہ ہے کہ آنے والے دنوں میں اسلامی ریاست میں اجتہاد کرنا پارلیمان کا استحقاق ہوگا۔ اس سلسلے میں ان کی تحریروں میں مجھے یہ وضاحت نہیں ملی کہ پارلیمنٹ کے اراکین کے علمی اور اجتہادی مرتبے کا تعین کس طرح کیا جائے گا۔ بہرحال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ علامہؒ کے نزدیک امتِ مسلمہ کی بطور ایک تمدن کے بقا اس بات میں مضمر ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں ایسے قوانین کی تشکیل کی جائے، جن کے ذریعے امت مسلمہ قرآن و حدیث پر بھی عمل پیرا رہے اور ترقی اور ارتقاء کے ناگزیر عمل کا حصہ بھی بنے۔

ڈاکٹر انوار احمد

ماہر تعلیم

عید کے چاند کو ایک سے تین کرنے کی بات ہو یا اسلامی سزاؤں کے اطلاق کی صورت یہ ہو کہ لاوارث قسم کے چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں اور انہی ملکوں کے بادشاہ یا شہزادے یورپ کے جوا خانوں یا نائٹ کلبوں میں اپنی قومی دولت چوری کر کے دادِ عیش دیں، تو انہیں محض اس لئے جنتی خیال کیا جائے کہ وہ درِ کعبہ کو بھی کھلوا سکتے ہیں۔ بیوہ عورت پر طالبان قسم کے لوگ روزگار کے دروازے بند کر دیں یا بت اور مجسمے کے فرق کو سمجھے بغیر مہاتما بدھ کے مجسمے پر گولہ باری کر دیں یا دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی دل آزاری کو دینی خدمت خیال کریں تو اس وقت اقبالؒ کے وہ لیکچر یا خطبات بے اختیار یاد آتے ہیں، جن میں ان کا سارا اضطراب نئے عہد کے پیدا کردہ مدنی اور فکری چیلنج کے سامنے دین اسلام کی حقانیت کو عالمگیر حقیقت کے طور پر منوانے کے سلسلے میں تھا۔ وہ ایک علم الکلام کی تشکیل چاہتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ امت مسلمہ کو ملوکیت اور رہبانیت سے بچانے کے خواہاں تھے۔ اپنے چھٹے

خطبے ''الاجتہاد فی الاسلام'' میں وہ جس طرح اتاترک کی قیادت میں ترکی کی آئینی اور جمہوری پیشرفت پر تحسین کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں، وہ ان کی پیش بینی اور روشن خیالی کی دلیل ہے۔ حالانکہ وہ خود کی ناکامی پر افسردہ تھے۔ مگر یہ سمجھتے تھے کہ ترکوں کی طرف سے خلافت کے ادارے کی تنسیخ اور اقتدارِ اعلیٰ کی فردِ واحد کی بجائے ایک منتخب مجلس یا پارلیمنٹ کو منتقلی اجتہاد کی روح کے عین مطابق ہے۔

آج مغرب جس اسلامی تہذیب کو اپنے رہن سہن کے لئے خطرہ خیال کرتا ہے، اس کی بنیاد ہی یہ تصور ہے کہ مسلمان ممالک اپنے حکمرانوں کے باعث کوئی مالی سیاسی، معاشی یا ثقافتی نظام واقدار تشکیل نہ دے سکے۔ مگر ان ملکوں کی بیشتر آبادی مغرب کو جنت ارضی خیال کر کے وہاں ہمیشہ کے لئے آباد ہونا چاہتی ہے۔ ایسے میں ایک چھوٹے سے گروہ کو یہ جنون انگیز خیال دیا جارہا ہے کہ ان کی پسماندگی کا موجب وہ مغرب ہے جس نے ان کے وسائل لوٹے ہیں اور ان پر کٹھ پتلی حکمران مسلط کئے ہیں اور یہ بات صداقت سے خالی بھی نہیں۔ اسی طرح اقبال ختم نبوت کو مسلمانوں کے لئے محض ایک عقیدہ نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے ان کی ایک ذمہ داری خیال کرتے ہیں کہ گویا اب ہر زمین اور ہر زمانے کے لئے مسلمانوں نے اجتماعی زندگی کا مثالی تصور پیش کرنا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہمارے ہاں ختم نبوت کے لئے با آواز بلند نعرہ بھی جدال اور فساد تک محدود ہو گیا ہے اور لوگوں نے یہ بھلا دیا کہ ہم اپنے نبیؐ کو آخری مانتے ہیں تو پھر ان کے امتیوں کو پوری انسانیت کے لئے خوشخبری بننا چاہیے نہ کہ عبرتناک نمونہ۔

ڈاکٹر محمد امین

ماہر تعلیم

علامہ اقبالؒ نے اپنے دور میں اجتہاد کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کیا اور انہوں نے اپنے خطبات میں اس بات پر زور دیا۔ ان کا چھٹا خطبہ اسی موضوع سے متعلق ہے، جس کا عنوان ہے ''اسلام کے نظام میں اصول حرکت'' اس عنوان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اقبالؒ نے اجتہاد کو اصولِ حرکت قرار دیا ہے۔ اقبالؒ کے نزدیک اسلام کائنات کے جمودی نظریے کو رد کرتا ہے، کائنات میں حرکت جاری و ساری ہے اور اسی طرح انسانی معاشرہ بھی ہمہ وقت تبدیلیوں سے دوچار ہوتا رہتا ہے۔ معاشرتی تبدیلیاں آہستہ آہستہ وقت کے ساتھ ساتھ معاشرے میں رائج ہو جاتی ہیں۔ اسے اصولِ انجذاب کہتے ہیں۔ اقبالؒ کے نزدیک مسلم تہذیب میں تبدیلیوں کا ردوقبول اور حالات سے مطابقت شعوری اور ارادی ہوتا ہے اور اس کے لئے اجتہاد سے کام لینا چاہیے، اسی لئے اقبالؒ نے اجتہاد اور اجماع پر زور دیا ہے۔ اقبالؒ نے اپنے اس خطبے میں مسلم فقہ اور قانون کے چار ماخذ بیان کئے ہیں، قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس، اقبالؒ کے نزدیک اجماع سب سے اہم قانونی تصور ہے۔ ان کے خیال میں اگر اجتہاد کی ذمہ داری قانون ساز ادارے کو منتقل کر دی جائے، تو اجماع کی بہتر صورت پیدا ہو سکتی ہے، فی زمانہ معاشرہ بڑی تیزی سے تبدیلیوں سے دوچار ہو رہا ہے اور ہم ہر لمحے اجتہاد کی ضرورت شدت سے محسوس کرتے ہیں مگر بوجوہ ہم نے اسے فراموش کر رکھا ہے۔ اس وقت ہر انسان اور عالم و فاضل اجتہاد کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے اور اس کی ضرورت سے کسی کو انکار نہیں، ہمارے ہاں بے شمار مسائل ہیں، جو علماء کی توجہ کے محتاج ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اجتہاد کے اس اصول کو اختیار کیا جائے۔

ڈاکٹر سعید الرحمن

دانشور

علامہ اقبالؒ نے نظریہ اجتہاد میں دو طرح کی تعلیمات کی نشاندہی کی ہے، ایک وہ تعلیمات جو ناقابلِ تبدیل ہیں اور جن کا تعلق ہمارے عقائد سے ہے۔ دوسری وہ تعلیمات جن کا تعلق معاشرے کے ساتھ ہے۔ معاشرہ چونکہ ارتقاء پذیر رہتا ہے، اس لئے ان معاشرتی قوانین میں لچک ہے اور اجتہاد کی ضرورت بھی اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ معاشرے میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبات میں اجتہاد کے فلسفے پر تفصیل کے ساتھ اظہار خیال کیا۔ انہوں نے اس میں حضرت شاہ ولی اللہ کا خاص طور پر حوالہ دیا، جنہوں نے اس خطے میں اجتہاد کی ضرورت پر پہلی بار اظہار خیال کیا اور اس حوالے سے تعلیمات دیں۔ علامہ اقبالؒ اجتماعی اجتہاد کی ضرورت پر زور دیتے تھے کہ اجتہاد میں پارلیمان اپنا کردار ادا کرے۔ آج کے دور میں، جب کہ مسلم امہ کو بہت سے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل درپیش ہیں۔ اجتہاد کے ذریعے ان مسائل کا حل تلاش کرنا ضروری ہے لیکن یہ اجتہاد سرکاری نہیں

غیر سرکاری سطح پر ہونا چاہیے۔ اس کے لئے قانون سازی سے پہلے اجتہاد کا ماحول پیدا کرنا ضروری ہے۔ ایسے تھنک ٹینک بنائے جائیں جو برداشت کے کلچر کو فروغ دیں۔ یہ ماحول پہلے معاشرے میں پیدا ہو اور پھر پارلیمنٹ پر بھی اثر انداز ہو۔ ہمیں دوسرے کے موقف کو سننے کا حوصلہ پیدا کرنا ہو گا اور دوسرے کی رائے کو خلاف اسلام قرار دینے کا رویہ ترک کرنا ہو گا۔ جب معاشرے میں رواداری فروغ پائے گی تو پھر پارلیمنٹ میں بھی قانون سازی ہو گی اگر کسی کو کسی قانون پر اعتراض ہو تو وہ دلیل کے ذریعے بات کرے۔ اس طرح معاشرے میں بصیرت کو فروغ ملے گا اور اجتہادی روایات قائم ہوں گی۔

(روزنامہ جنگ نے ۱۹ نومبر ۲۰۰۶ء کو 'اقبال کا نظریۂ اجتہاد اور عصری تقاضے' کے عنوان سے ایک فورم کا انعقاد کیا۔ جس میں ماہرین اقبالیات، علماء اور دیگر دانشوروں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کی افادیت کے پیش نظر ہم اسے رائے عامہ کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ مدیر)